ممتاز محقق و اسکالر - ڈاکٹر نبی بخش قاضی

ذکر و فکر
مشرق و مغرب

ذکر و فکر ایک فلسفی و عملی مسئلہ بھی ہے اور مشرق و مغرب میں علمی بحث و نظر کا موضوع بھی۔ ہم اس گفتگو کا آغاز دنیا کی سب سے عظیم فکری کتاب قرآن حکیم کے حوالے سے کرنا چاہتے ہیں، قرآن مجید میں اس موضوع پر بڑی روشنی ہے:

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن

”آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہے۔ بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی خلقت (بنانے) میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اہل عقل کے لیے آیات (یا نشانیاں یا دلائل) ہیں (وہ اہل عقل) جو رب تعالیٰ کو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو نے اس (آسمان اور زمین) کو لایعنی یا بغیر کسی مقصد کے پیدا نہیں کیا۔ تو سب چیز سے اعلیٰ اور ہر عیب سے منزہ ہے۔ سو ہم کو عذاب آتش (دوزخ) سے بچا یا پناہ میں رکھ۔“

اوپر لکھی ہوئی قرآنی آیات میں اور دیگر خدائی الفاظ کے ساتھ دو فقرے قابل غور ہیں۔ یذکرون اور یتفکرون. اور یہ اہل عقل کی عملی صفات بتائی گئی ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم الفاظ ”ذکر و فکر“ (جو ”یذکرون“ اور ”یتفکرون“ کے اصل مادے (Root) ہیں) کی عالمی یا بین الاقوامی تاریخی تشریح کریں اور پھر قرآن کریم کی روشنی میں ان دونوں عملی صفات کا ”اولی الالباب“ میں باہم جمع ہونے کی اہمیت بیان کریں، چاہیئے کہ ان دونوں الفاظ کا مفہوم سمجھیں۔

”ذکر“ اور ”فکر“ کے لغوی معنیٰ:

ذکر: معروف فقیہ اور مفسر الحسین بن محمد الدامغانی (ولادت ۴۰۰ھ) اپنی تالیف ”الوجود والنظائر“ میں ”ذکر“ کے ۱۸ معنیٰ ذکر کرتے ہیں جن میں ”الذکر باللسان“ اور ”الذکر بالقلب“ شامل ہیں[1] اور راغب اصفہانی (وفات ۵۶۵ھ) نے بھی ذکر کے معنیٰ زبان اور دل سے یاد کرنے کے دیے ہیں۔[2]

---

[1] ذکر: علیٰ ثمانیة عشر وجها: العمل الصالح – الذکر باللسان – الذکر بالقلب – الذکر علی الأمر والقصة – الحفظ – العظة – الشرف – الخبر – الوحی – القرآن – التوراة – اللوح – المحفوظ – البیان – الفکر – الصلوات الخمس – صلاة واحده – التوحید – الرسول – ﴿فاذکروا الله﴾ یعنی باللسان ﴿قیاما وقعودا وعلی جنوبکم﴾ الخ (قاموس القرآن او اصلاح الوجوه والنظائر فی القرآن الکریم لحسین بن محمد الدمغانی حققه ورتبه واکمله واصلحه عبدالعزیز سید الاهل دارالعلم للملایین بیروت – الطبعة الثانیة ۱۹۷۷ ص ۱۸۰)

[2] و﴿الذکر﴾ یقال اعتباراً باستحضاره وتارة یقال لحضور الشیء القلب او القول ولذلک قیل الذکر ذکران: ذکر بالقلب وذکر باللسان (معجم مفردات الفاظ القرآن للعلامة الراغب الاصفهانی تحقیق ندیم مرعشلی – دارالکاتب العربی ۱۳۹۲ھ ص ۱۸۱)

قرآن میں یہ لفظ متعدد آیات میں دونوں معنوں میں آیا ہے جن میں سے ہم صرف دو جگہ کا ذکر کرتے ہیں:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً ﴿۲۰۵﴾ سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ

فکر: عربی لغت ''اقرب الموارد'' کے مؤلف کے مطابق ''فکر'' کے معنیٰ قلب کا نظر وتدبر کے ساتھ بار بار معانی یا حقائق کی تلاش (تحقیق اور کھوج) کرنا ہے۔[۱] قرآنی لغت ''معجم مفردات الفاظ القرآن'' کے مؤلف الراغب الاصفہانی ''فکر'' کے معنیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ (انسان کی) اندرونی یا قلبی قوت ہے جو (انسان کو) علم یا جاننے کے ذریعے ''جانی ہوئی چیز'' (معلوم) تک پہنچاتی ہے اور ''تفکر'' اس قوت کا جولان (مشق یا گردش) ہے۔ انہوں نے لفظ ''فکر'' کو لفظ ''فرک'' کا الٹا (مقلوب) بتایا ہے اور لکھا ہے کہ حقائق (IDEAS) پر فکر کرنے کے معنیٰ ہیں ان باتوں (اشیاء اور امور) کی حقیقت جاننے کے لئے کھوج لگانا، تفتیش کرنا، تفحص اور تلاش کرنا جو صرف انسان کرسکتا ہے اور حیوان کے لئے نہیں ہے۔[۲]

اولی الالباب (اولو الالباب) ''الباب'' ''لب'' کی جمع ہے جس کے معنیٰ ہیں: خالص سمجھ بوجھ۔ عقل خالص (PURE REASON) ادراکی قوت عقل اور سمجھ کا پاک ہونا، صاف ہونا اور ''اولو الالباب-اولی الالباب'' اس عقل خالص کے پانے والوں کو یا صاحب عقل یا اہل عقل کو کہا جاتا ہے۔[۳] فاضل لغوی احمد ابن فارس (وفات ۳۹۵ھ ق) اپنی کتاب ''مقاییس اللغۃ'' میں ''لب'' کے معنیٰ میں پائیداری۔ ثبات خالص ہونا اور فضیلت برتری، اقامت شامل کرتے ہیں۔[۴]

اوپر کے الفاظ کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ اولی الالباب وہ لوگ ہیں جو اس چیز کے مالک ہیں جو انسان (بحیثیت نوع انسانی) میں خالص اور اعلیٰ درجہ پر پائی جاتی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دل (محل جذبات اور احساسات) اور دماغ (محل عقل و ادراک) دونوں کی اصلی (خاص) صفت اور عملی خاصیت ہے۔

ان لغوی معنوں کے بعد اب آیئے آیات مذکورہ پر غور کریں۔

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اولی الالباب کے لئے ''آیات'' ہیں، رب تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جو خدائے بزرگ کی طرف راستہ دکھاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرواتی ہیں۔ جس طرح قرآن حکیم کی آیات دلیل راہ ہیں، اسی طرح کائنات کی آیات۔ آسمان اور زمین کی خلقت کی آیات چراغ راہ ہیں جو منزل و مقصود، محبوب حقیقی کی طرف لے جاتی ہیں لیکن ان لوگوں (اولی الالباب) کی عملی صفات کیا ہیں: اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے ہوئے

---

۱ الفکر: تردد القلب بالنظر والتدبر بالطلب المعانی (اقرب الموارد فی فصح العربیة والشوارد – الجزء الثانی تالیف سعید الخوری الشرتونی اللبنانی – من منشورات مؤسسة النصر – طهران ص ۹۳۹)

۲ فکر: الفکرة قوة مطرقة للعلم الی المعلوم – والتفکر جولان تلک القوة بحسب نظر العقل وذلک للانسان دون الحیوان ولا یقال الا فیما یمکن ان یحصل له صورة فی القلب ، ولذا روی: تفکروا فی آلاء الله ولا تفکروا فی الله اذ کان الله منزها ان یوصف بصورة...... ﴿یبین الله لکم الایات لعلکم تتفکرون فی الدنیا والآخرة﴾ قال بعض الادباء: الفکر مقلوب عن الفرک لکن یستعمل الفکر فی المعانی وهو فرک الامور وبحثها طلبا للوصول الی حقیقتها (معجم مفردات الفاظ القرآن ص ۳۹۸-۳۹۹)

۳ ﴿اللب﴾ العقل الخالص من الشوائب وسمی بذلک لکونه خالص ما فی الانسان من معانیه کاللباب واللب من الشیء وقیل ما هو زکی من العقل فکل لب عقل ولیس کل عقل لبا وهذا علق الله تعالیٰ الأحکام التی لا یدرکها الا العقول الزکیة باولی الالباب (الراغب الاصفهانی: معجم مفردات الفاظ القرآن ص ۳۶۶)

۴ لب: اللام والباء – أصل صحیح یدل علی لزوم وثبات وعلی خلوص وجودة فالاول ألب بالمکان اذا اقام به یلب إلبابا – ورجل لب بهذا الامر اذا لازمه وحکی الفراء: امرأة لبة: محبة لزوجها ومعناه انها ثابتة علی وده ابدا...... والمعنی الآخر اللب معروف، من کل شیء وهو خالصه وما ینتقی منه ولذلک سمی العقل لبا ورجل لبیب ای عاقل (معجم مقاییس اللغة لابی حسین احمد بن فارس بن زکریا بتحقیق عبدالسلام محمد هارون مطبعة مکتب الاعلام الاسلامی ۱۴۰۴ – الجزء الخامس ص ۱۹۹-۲۰۰)

رب تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی خلقت پر فکر و تفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے رب تعالیٰ! ان سب چیزوں کو تو نے بیکار، باطل، بے معنیٰ پیدا نہیں کیا۔ تو جو ہر عیب سے منزہ ہے، ہر نقص سے پاک، اعلیٰ و اعظم ہے، ہمیں آتشِ دوزخ سے بچا اور پناہ میں رکھ۔

دنیا کی انسانی (تہذیبی، ثقافتی، مذہبی) تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ قدیم زمانے (قبل از اسلام) میں دو نہفتیں، یا یہ کہیے کہ انسانی شخصیت کے دو پہلو خدا اور کائنات کے تعلق کا مظہر بنیں۔ مشرق میں (چین، ہند، ایران) زیادہ تر لوگوں نے دل کی طرف توجہ کی جو احساسات اور جذبات کا منبع ہے۔ اندر میں نظر ڈالی (INTUITION) آنکھیں بند کیں تا کہ دل کی آنکھ کھلے۔ یوگا اور سنیاس، تاؤ مذہب (TAOISM) بدھ مت اور ویدانت، نور اور ظلمت کی باتیں، یہ سب ''ذکر'' کی طرف جا رہی تھیں۔ دوسری طرف مغرب (یونان، روما، مصر) نے دماغ کی صلاحیتوں پر توجہ دی۔ ''فکر'' ان کا اساسِ تعلیم و تعلم تھا۔ منطق سے لے کر فلسفہ تک دماغی مشق اور تمرین تھی۔ اگرفلوطین (PLOTINUS) نے مظاہر نور پر تا سوعات (ENNEADS) لکھیں تو وہ گاردن (GORDON) کے ساتھ ایران آیا تھا اور یہاں سے فلسفۂ نور و ظلمت لے گیا۔ ورنہ سقراط افلاطون اور ارسطو ''فکر'' (THINKING REASON) کے حامی اور ترجمان تھے۔

تاریخی تفصیل میں جائے بغیر مختصراً عرض کیا جائے کہ مشرق اور مغرب کے مالک (رب المشرق والمغرب) کا ارشاد ہے کہ خالص صفات والے لوگ وہ ہیں جو مشرق اور مغرب میں پانے والی بہترین انسانی عملی صفات کا مجمع، آمیزش (SUNTHESIS) ہیں۔ جو دل اور دماغ، جو ذکر اور فکر کے مالک ہیں۔ جو نہ صرف رب تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہیں بلکہ کائنات کی چیزوں پر تفکر و تدبر بھی کرتے ہیں۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٣﴾ سورۃ فصلت

انسانی ''انفس'' کی آیات ''ذکر'' کے دائرے میں آتی ہیں اور ''آفاق'' کی آیات ''فکر'' کے دائرے میں۔ ذکر اور فکر کے بعد ہی انسان حقیقت تک پہنچتا ہے۔ یہی تکمیل دین ہے، یہی ایک مؤمن کی معراج ہے۔ یہ لقاء اللہ کی طرف لے جاتی ہے۔

أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ﴿٥٤﴾ سورۃ فصلت

ہم نے اوپر ''دل'' اور ''دماغ'' کا ذکر کیا۔ لیکن ان سے ہماری مراد جسمانی اعضاء نہیں بلکہ ہم نے ان الفاظ کو اصطلاحی معنیٰ میں استعمال کیا ہے۔ ''دل'' سے ہماری مراد ''محلِ جذبات، احساسات، محبت، ہمدردی۔'' (SOURCE AND PLACE OF FELLINGS AND EMOTIONS) ہے ورنہ خود قرآن حکیم میں لفظ ''قلب'' کو (دل، گوشت کا لوتھڑا جس کے ذریعہ جسم میں خون دوڑتا ہے) ''فکر'' THINKING اور فقہ (UNDERSTANDING) کی جگہ کہا گیا ہے۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا ۚ سورۃ الاعراف ﴿١٧٩﴾

اور نیز ذکر کے سلسلہ میں جائے اطمینان:

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ سورۃ الرعد

اور خوف کے جذبہ کی جگہ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ سورۃ النور نیز ''تدبر'' أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ سورۃ محمد اور ''عقل'' أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا سورۃ الحج ﴿٤٦﴾

اور ''رأفۃ''، ''رحمۃ'' اور سکینۃ'' وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً ۚ سورۃ الحدید ﴿٢٧﴾ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا سورۃ الفتح ﴿٤﴾

اب ہمارے لئے ''دماغ'' (MIND) کا اصطلاحی مفہوم

ہے۔ فکر، عقل، تدبر، تفقہ، تعقل (THINKING, REASON, RATIONALITY, UNDERSTANDING) جس کو جرمن فلسفی امانوئیل کانٹ (IMMANUFL KANT: 1724-1804) اپنی کتابوں میں ''عقل محض یا عقل خالص'' (REINE VERNUNFT) اور ''عقل عملی'' (PRAKTISCHE VERNUNFT) کی اصطلاحوں سے بیان کرتا ہے اور ''دل'' کا تعلق ہمارے عرف میں تسکین قلبی، اطمینان، رأفت، رحمت، مہربانی، خوف و رجاء (امید) کے جذبات سے ہے۔ قرآن نے دل کے لئے ایک اور لفظ استعمال کیا ہے: "فــؤاد" اور اس کی جمع "افـــــئدۃ" جو ایک طرف تو احساس کی جگہ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ سُوْرَةُ الْقَصَصِ (۱۰) سچ اور جھوٹ پرکھنے کا آلہ: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (۱۱) سُوْرَةُ النَّجْمِ اور دوسری طرف حواس خمسہ (FIVE SENSES) کی طرح ایک حیاتی یا حسی عضو (SENSORY ORGAN) سے موسوم کیا گیا ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ
عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (۳۶) سُوْرَةُ الْاِسْرَاۗءِ

وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۷۸) سُوْرَةُ النَّحْلِ

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ
وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ (۲۳) سُوْرَةُ الْمُلْكِ

دوسری طرف ''فؤاد'' ایمان اور یقین کی جگہ کہا گیا ہے:

وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ (۱۱۳) سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ
مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ (۱۲۰) سُوْرَةُ هُوْدٍ

كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ
تَرْتِيْلًا (۳۲) سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ

اوپر کی مذکور آیات سے معلوم ہوگا کہ اگر ''فؤاد'' کو حس، احساس اور جذبہ کی جگہ بیان کیا گیا ہے تو ''قلب'' کو جذبات، احساسات اور فکر و تفکر کے مجموعے کی جگہ لایا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن ''ذکر'' اور ''فکر'' کی آمیزش کی جگہ کو انسانی ''قلب'' سے موسوم کرتا ہے۔ یہ وہی آمیزش (SYNTHESIS) ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ یہ وہی ''ثنویت'' (DUALISM) کو حل اور جمع کرکے ''اتحاد'' (UNIFICATION) کا نقطہ ہے جو توحید (UNITY) کے مظہر کا مقصد ہے۔

ہم نے اس سے قبل کہا کہ مشرق ''ذکر'' کی طرف مائل ہوا اور مغرب ''فکر'' کی طرف۔ علامہ اقبال اس ضمن میں فرماتے ہیں:

غربیاں را زیرکی ساز حیات
شرقیاں را عشق راز کائنات
زیرکی از عشق گردد حق شناس
کار عشق از زیرکی محکم اساس
عشق چو با زیرکی ہمبر شود
نقشبند عالم دیگر شود
خیز و نقش عالم دیگر بنہ
عشق را با زیرکی آمیزدہ
شعلہ افرنگیاں نم خوردہ ایست
چشم شان صاحب نظر دل مردہ ایست
زخمہا خوردند از شمشیر خویش
بسمل افتادند چون نخچیر خویش
سوز و مستی را مجو از تاک شان
عصر دیگر نیست در افلاک شان
زندگی را سوز و ساز از نار تست
عالم نو آفریدن کار تست

(اقبال: جاوید نامہ: سعید حلیم پاشا: شرق و غرب ص۶۵-۶۶ کلیات اقبال مطبوعہ شیخ غلام علی لاہور ۱۹۷۳ء)

یہاں ''زیرکی'' سے مراد ''فکر'' اور ''عشق'' سے مراد ''ذکر'' ہے۔ ''صاحب نظر'' سے مراد ''مفکر'' اور ''سوز و مستی''

سے مراد احساس و جذبہ ''ذکر'' ہے۔

اگرچہ ''مشرق'' اور ''مغرب'' جغرافیائی لحاظ سے نسبتی (RELATIVE) الفاظ ہیں لیکن ہم ان کو اصطلاحی معنی (CONVENTIONAL CONNOTATION) میں لیتے ہیں یعنی ''مشرق'' سے مراد چین، جاپان، ہند (قدیم ہند و سندھ)، ایران اور مغرب سے مراد یونان، روما (ROMAN EMPIRE) یورپی ممالک اور بعد کا براعظم امریکا، قدیم زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ چین میں کنفیوشس (CONFUCIUS 550-478 BC) اور مینشس (MENCIUS 372-289 B.C) جیسے اخلاقی اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ لاؤ تسو ۶۰۴-۵۳۱ ق۔م (LAO TZU) (چینی زبان میں ''استاد قدیم'' LAU-DSE) اور چوانگ تسو (قرن سوم قبل مسیح CHUNG TZU) پیدا ہوئے جنہوں نے ''طریقت'' (TAOISM) کے طریقے سے لوگوں کو ہستیِ اعلیٰ کی طرف متوجہ کیا۔ ان کا طریقہ ''دل'' کا طریقہ تھا۔ لاؤ تسو اپنی کتاب تاؤتے چنگ (TAO TEH SHING) میں کہتا ہے:

''نامکمل یا غیر کامل (شخص) کیسے کامل ہوسکتا ہے؟ کج کیسے سیدھا ہوسکتا ہے؟ خالی کیسے پُر ہوسکتا ہے؟ کہنہ کیسے نیا یا تازہ ہوسکتا ہے؟ جس کی تمنائیں کم ہیں وہ اس درجہ کو پاسکتا ہے جس کی تمنائیں زیادہ ہیں وہ گمراہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے سمجھدار شخص وہ ہے جو انکسار اور تواضع کو اپناتا ہے اور ہر جگہ ان کا اظہار کرتا ہے۔ وہ خودنمائی سے مبرّا ہے جس کے نتیجہ میں وہ چمکتا ہے۔ وہ زور سے اپنی بات نہیں منواتا اس لئے دوسروں میں ممتاز ہوتا ہے۔ اس میں لاف و گزاف نہیں اس لئے اس کی لیاقت اور قابلیت مانی جاتی ہے۔ وہ خود سے راضی نہیں ہے اس لئے دوسروں پر امتیاز حاصل کرتا ہے۔[1]''

چوانگ تسو لکھتا ہے:

''کائنات بہت خوبصورت ہے لیکن وہ بات نہیں کرتی۔ چار موسم ایک قانون کے مطابق ہیں لیکن ان کو کوئی سُن نہیں سکتا۔ ساری خلقت قوانین مطلق پر مبنی ہیں لیکن وہ قوانین بولتے نہیں۔ حقیقی عارف وہ ہے جو کائنات کے جمال کے ذریعہ تخلیق کے اصولوں کو پا لیتا ہے۔ حقیقی عارف کائنات کو شوق اور محویت سے دیکھتا ہے اور کچھ نہیں کرتا۔ کیونکہ انسانی ذہن یا عقل کتنی ہی عمیق ہو، کتنا بھی اشیاء کے بے شمار تدریجی تکامل کا ادراک کرے، موت اور پیدائش کو سمجھے، (چیزوں کی) مربعیت (SQUARENESS) اور گولائی (ROUNDNESS) کو سمجھے لیکن پھر بھی عقل کے ذریعے (''زیرکی'' کے ذریعے) اصل کو نہیں پاسکتا۔[2]''

دوسری جگہ چوانگ تسو کہتا ہے:

''اس زمین پر ہر ذی حیات چیز خاک سے پیدا ہوئی ہے اور خاک کی طرف لوٹتی ہے لیکن میں تمہیں حیات ابدی کے دروازوں سے (اندر) لے جاؤں گا تاکہ تم ابدیت کے وسیع ہالوں میں گھومتے پھرتے رہو۔ میرا نور سورج اور چاند کا نور ہے۔ میری زندگی آسمان اور زمین کی زندگی ہے۔ میرے آگے ہر چیز تاریکی میں ہے اور میرے پیچھے ہر چیز نامعلوم ہے۔ لوگ مرسکتے ہیں، میں ہمیشہ کی زندگی بسر کرتا ہوں۔[3]''

---

[1] CHINESE MYSTICS edited and with an introduction by raymond van OVER, harper and row, publishers, newyork.

[2] مذکورہ کتاب CHINESE MYSICS, PAGE 59 - 1973, Page 14.

[3] دیکھیے جرمن زبان میں کتاب: SCHLOTERMANN, H: Mystik in der religionen der Volker Ernst Reinhardt verlag, Munohen, 1958, Seite 37.

جب بدھ مت (BUDDHISM) چین اور جاپان پہنچا تو وہاں ''زین'' (ZEN) طریقہ شروع ہوا۔[1] اس طریقہ کے مطابق بدھ مت جس سے انسان یا انسانی ہستی منور ہوتی ہے۔ اس کی تعلیمات مرشد سے مرید کی طرف دل کے ذریعے منتقل ہوتی ہیں تاکہ ہر شخص میں بودھا (BUDDHA) جیسی طبیعت (سیرت) پیدا ہو۔ اس طریقہ سے انسانی قلب میں اطمینان، بے خوفی اور ایک قسم کی بلا ارادگی (SPONTANEITY) پیدا ہوتی ہے جو ایک روشن یا منور دل کی صفات ہیں۔ طریقہ ''زین'' کا بعد میں جاپان کی ثقافتی زندگی پر بڑا اثر ہوا۔ یہ طریقہ ۱۱۹۱ء میں آئسا (EISAIS) نامی شخص نے چین سے جاپان لا کر متعارف کرایا۔ تفصیل کے لئے دیکھیے: داء سیٹز تاکتارو سوزوکی (۱۸۷۰-۱۹۶۶ مسیحی) جو ''زین'' طریقہ کا ایک بڑا جاپانی رہنما گذرا ہے۔ اس کی کتاب کا جرمن ترجمہ (جاپانی زبان سے):

DAISETZ TEITARO SUZULI
DIE OROSSE BEFREIUNG
(EINFUHRUNG IN DEN ZEN BUDDHISMUS)
MIT EINEM GELEITWORT RON
C.G.JUNG,
FISCHER TASCHENBUCH VERLAG,
FRANKFURT AM MAIN, 1973

مجرد کی عام معنیٰ تنہا اور اکیلا ہونا ہے لیکن سلوک میں مجرد اس شخص کو کہتے ہیں جس کا دل کامل طور پر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ چاہے وہ بظاہر کھاتا پیتا ہو یا دنوی کام کرتا ہو۔

''اولیاء اللہ'' دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو لوگوں سے الگ تھلگ ہوکر عبادت کیلئے تنہائی میں رہتے ہیں دوسرے وہ جو دنوی کاموں میں مصروف ہوتے ہیں لیکن ان کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک دوسرے قسم کے اولیاء کا مرتبہ زیادہ بلند ہے۔

(کیوں کہ یہ سنت رسول اکرم ﷺ کے قریب تر ہیں)

حضرت سید صبغت اللہ شاہ ایرانیؒ

تعلیماتِ مصطفائی

---

[1] زین: چینی لفظ ''دھین'' چھین (Chan) کو جاپانی لہجہ میں ''زین'' کے لفظ سے ادا کیا جاتا ہے۔ ''دھین'' اصل میں سنسکرت لفظ ''دھیان'' سے نکلا ہے جس کی معنی ہماری عرف میں ''مراقبہ'' ہے۔ دیکھئے: ان سائیکلوپیڈیا برٹینیکا مائکروپیڈیا جلد دہم ص ۸۷۲۔ The new Encyclopaedia Britannica in 30 vilumes, micropadeia, vol X P.872, willian benton, Publisher, Chicaqo 1974.